ہمارے نوجوانوں کو جلسہ سالانہ پر چوبیس گھنٹے اپنے آپ کو مہمانوں کی خدمت کیلئے ڈیوٹی پر سمجھنا چاہیئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰؍دسمبر ۱۹۶۸ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ اسراف سے ورے ورے، ہر خدمت جو ممکن ہو سکتی ہے وہ مسافر کی کرو۔

☆ جلسہ سالانہ کے موقع پر جذبۂ خدمت کے نہایت حسین نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔

☆ ہماری دوسری نسل کے کندھوں پر جس قدر بوجھ پڑے گا تیسری نسل کے کندھوں پر اس سے زیادہ بوجھ پڑے گا۔

☆ اگلی نسل کے وقت دس کروڑ سے زائد احمدی ہوں گے ان کا زیادہ تر کام مرکز میں رہنے والوں کو ہی کرنا ہوگا۔

☆ مہمان کی ضرورت جائز ہے یا نہیں آپ کا کام نہیں آپ کا کام صرف یہ ہے کہ اس ضرورت کو ذمہ دار منتظمین تک پہنچا دیں۔

تشہد،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَيُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُبِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَاهَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○(البقرہ:۱۸۶۔۱۸۷)

اس کے بعد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ دیکھو میں تم سے بڑا ہی پیار کرنے والا ہوں میں نے جو احکام تمہیں تمہاری ترقیات کے لئے دیئے ہیں ان میں اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ تمہارے لئے کوئی تنگی نہ پیدا ہو بلکہ آسانی اور سہولت کے ساتھ تم ان ذمہ داریوں کو بجالاتے رہو جو تم پر ڈالی گئی ہیں (یہ اور بات ہے کہ کبھی فطرت بہانہ سہولت کو بھی تنگی سمجھنے لگتی ہے اور انعام کو بھی ایک کوفت محسوس کرتی ہے)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے احکام بھی دیئے ہیں وہ اس لئے دیئے ہیں کہ ہم جسمانی لحاظ سے بھی اور دنیوی زندگی میں بھی اور روحانی طور پر بھی اور اُخروی زندگی میں بھی فلاح کو حاصل کریں اور ان احکام میں اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ ہمارے لئے تنگی اور مجبوری کے حالات نہ پیدا ہوں اور ایسا نہ ہو کہ انسان کو یہ احساس ہو کہ مجھ میں ان احکام کو بجالانے کی قوت اور طاقت تو نہیں ہے لیکن میرا ربّ مجھ سے یہ مطالبہ کر رہا ہے۔

چونکہ یہاں ہمارا محبوب آقا ہمیں رمضان کے متعلق ہدایات دے رہا ہے اس لئے اس نے دو

چیزوں کو ہمارے سامنے رکھا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم مریض ہو یا سفر پر ہو تو پھر رمضان کے روزے نہیں رکھنے اور جب ہم اسلام کی اور قرآن کریم کی مجموعی تعلیم پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے اصل معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو اگر تم مریض ہو تو میں نے مریض کے بہت سے حقوق قائم کئے ہیں اور اگر تم سفر پر ہو تو میں نے مسافر کے بہت سے حقوق قائم کئے ہیں لیکن ان تمام حقوق کے باوجود گھر میں جو آرام و آسائش ہے وہ سفر میں نہیں مل سکتا اس لئے میں تمہارے لئے سہولت پیدا کرتا ہوں اور تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم سفر میں ہونے کی حالت میں رمضان کے روزے نہ رکھو جو شخص اللہ تعالیٰ کی اس سہولت کی قدر نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے اس پیار کو نہیں سمجھتا وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قدر محبت اور پیار کا سلوک ہم سے کیا ہے کہ انسان شرم کے مارے اپنی گردن جھکا لیتا ہے اور پھر وہ گردن جھکی ہی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پیشانی نیستی کے آثار لئے اپنے ربّ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے حقوق سفر کا ذکر کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے ان آیات قرآنیہ کی نہایت ہی حسین تفسیر بیان کی ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورۂ بقرہ کی آیت ۱۷۸ میں یہ فرماتا ہے کہ کامل نیک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور اس کی رضا کے حصول کے لئے مسافر پر اپنا مال خرچ کرتا ہے سورہ بقرہ ہی کی آیت ۲۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جو اموال تم خرچ کرتے ہو یا دوسری نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں مثلاً وقت ہے خدمت کرنے کی اہلیت ہے (یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں) اور تم اس کی رضا کے حصول کے لئے اس راہ میں خرچ کرتے ہو ان میں مسافروں کا بھی حق ہے یعنی اگر تم مسافر پر ان چیزوں کو خرچ کرو گے تو اس مسافر پر تمہاری طرف سے احسان نہیں ہوگا بلکہ یہ اس کا حق ہے جو تم ادا کر رہے ہو گے سورۂ نساء کی ۳۷ ویں آیت میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسافر کے ساتھ بہت احسان کا سلوک کرو اور سورۃ الاسراء کی ۲۷ ویں آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو کھول کر بیان کر دیا ہے کہ مسافر کو اس کا حق دو اور اسراف کا رنگ اختیار نہ کرو جیسا کہ فرمایا۔

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (بنی اسرائیل:۲۷)

یعنی اسراف سے ورے ورے مسافر کی ہر ضرورت کا خیال کرو یہ تو نہیں کہ مسافر کی خاطر اور اس کی خدمت میں خدا تعالیٰ کے دوسرے احکام کو انسان بھول جائے اسراف سے ورے ورے، ہر خدمت جو

ممکن ہوسکتی ہے وہ مسافر کی کرو۔

غرض اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کا حکم دینے کے بعد فرمایا کہ دیکھو جب تم سفر میں ہوتے ہو تو ہم نے تمہارے لئے کس قدر آرام کا ماحول پیدا کیا ہے ہم نے تمہارے بھائیوں کو کہا ہے کہ تم ہماری محبت کی وجہ سے اور ہماری رضا کے حصول کے لئے جو اموال خرچ کرتے ہو ان میں مسافر کا بھی حق ہے ہم نے اس خرچ کو تمہارا حق قرار دیا ہے اور تمہارے بھائیوں سے مطالبہ کیا ہے کہ تمہارا حق تمہیں ادا کیا جائے پھر یہی نہیں کہ تمہارا حق ادا کیا جائے بلکہ ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ حق سے زائد دو احسان کرو اور بہت احسان کرو اور اس قدر احسان کرو کہ اسراف سے ورے ورے ہر ممکن خدمت اس کی بجالاؤ۔

ان تمام باتوں کے باوجود ہم یہ کہتے ہیں کہ پھر بھی سفر میں تمہیں تمہارے جیسی سہولت نہیں ملے گی ہم تمہارے لئے سہولت چاہتے ہیں اس لئے ہم نے تمہیں اجازت دے دی ہے اور کہا ہے کہ رمضان کے روزے سفر کی حالت میں نہ رکھا کرو اب دیکھو یہ کتنی پیاری تعلیم ہے اور کس قدر محبت کا اظہار ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے کیا ہے۔ اس محبت اور پیار کے اظہار کی وجہ سے ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ایک تو ہم ہر وقت خدا تعالیٰ کی حمد کرتے رہیں خدا تعالیٰ کی کبریائی ہر آن بیان کرتے رہیں اور دوسرے خدا تعالیٰ کی کامل صفات کو ہر وقت اپنے تصور میں رکھیں اور جس محبت کا وہ ہم سے اظہار کرتا ہے اس کا جواب اسی قسم کی محبت سے دیں انسان بشری کمزوریوں سے تو بچ نہیں سکتا لیکن اپنے ماحول میں جس قدر پیار کسی سے کرسکتا ہے جس قدر محبت وہ کسی سے کرسکتا ہے وہ سب سے زیادہ پیار اور محبت شکر کے طور پر اپنے ربّ سے کرے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہے اور پھر ہدایت کے ساتھ ہماری سہولتوں اور آسانیوں کا خیال رکھا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم کسی موقع پر بھی کمزوری نہ دکھائیں اور اس کی حمد کرتے ہوئے ان سہل راستوں پر جو مستقیم راستے ہیں اس کے قرب کی طرف بڑھتے چلے جائیں (صراط مستقیم ہی ایک سہل راستہ ہے کیونکہ جو چکر اور بل کھاتا ہوا راستہ ہے وہ سہل نہیں ہوا کرتا جو راستہ ایک میل مسافت طے کرانے کی بجائے دس میل کی مسافت طے کرا کے منزل مقصود تک پہنچاتا ہے وہ سہل نہیں ہوسکتا)۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں چونکہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہوں اس لئے میں نے تمہارے لئے ایک صراط مستقیم بنا دیا ہے اور اس راستہ پر بھی جگہ بہ جگہ تم ایسے احکام پاؤ گے کہ جو تمہاری سہولت کا سامان پیدا کر دیں گے تم اس راستہ پر چلتے ہوئے رمضان کے روزے رکھو گے تو تمہارے

کانوں میں تمہارے ربّ کی نہایت ہی محبت بھری آواز آئے گی کہ اگر تم سفر پر ہو تو روزہ نہ رکھنا میں تمہاری سہولت کے سامان پیدا کرنا چاہتا ہوں اگر مریض ہو (طبیعت بہانہ جو نہ ہو) انسان واقعہ میں مریض ہو اور ڈاکٹر کہتا ہو کہ روزہ تمہاری صحت کو مستقل طور پر خراب کر دے گا یا تم اس روزے کو برداشت نہیں کر سکتے یا تمہارے لئے مثلاً ہر دو یا تین گھنٹے کے بعد دوا کھانا ضروری ہے تو تم روزے نہ رکھو پھر بعض ایسے مریض بھی ہوتے ہیں جن کو ڈاکٹر کہتا ہے کہ ہر دو گھنٹہ یا تین گھنٹہ کے بعد تم کچھ کھاؤ ورنہ تم مر جاؤ گے ان کی کانسٹی ٹیوشن (Constitution) یعنی جسم کی بناوٹ ایسی ہوتی ہے کہ ان کے معدہ میں غذا نہیں رہتی یہ مستقل نیم بیماری کی قسم ہے ان کو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کھانے کی ضرورت پڑتی ہے ایسے مریضوں کو ڈاکٹر کہے گا کہ اگر تم نے اپنی صحت کو برقرار رکھنا ہے اور خود اپنے آپ کو جسمانی طور پر ہلاکت میں نہیں ڈالنا تو تمہیں ہر دو تین گھنٹہ کے بعد کچھ کھانا چاہئے پھر بعض بیماریاں ایسی ہیں جن میں خون کی شکر کم ہو جاتی ہے اور اگر وہ شکر جسم کو نہ ملے تو انسان بے ہوش ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ موت واقع ہو جاتی ہے میں نے دیکھا ہے کہ ایسے لوگ بعض دفعہ آدھ آدھ گھنٹہ کے بعد میٹھے کی طرف دوڑتے ہیں کیونکہ جسم میٹھا مانگ رہا ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے میٹھا دو ورنہ میں گیا ایسے شخص کو خدا کہتا ہے کہ تم رمضان میں روزہ نہ رکھو اور اس لئے روزہ نہ رکھو کہ تمہارے لئے یہ سیدھا راستہ ہم نے ہلاکت اور سختی اور تنگی پیدا کرنے کے لئے نہیں بنایا بلکہ سہولت اور آسانی کے لئے بنایا ہے ہم اپنے پیار کی وجہ سے جو سہولتیں تمہیں دے رہے ہیں ان کو پیار اور شکر اور حمد کے ساتھ قبول کرو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تم ناشکرگزار ہو جاؤ گے۔

اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے ایک مسافر کے کتنے حقوق قائم کئے ہیں اور جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کہا ہے کہ جو اموال بھی تم میری راہ میں میری رضا کے حصول کے لئے خرچ کرو ان میں مسافر کا بھی حق ہے تم اس حق کو ادا کرو اور صرف اس کا حق ہی ادا نہ کرو بلکہ اس پر احسان کرو اور یہ وہ مسافر ہے جو میرا یا تمہارا مہمان بنتا ہے ہمیں سوچنا چاہئے کہ اس مسافر کا کیا حق ہوگا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کا مہمان بنتا ہے۔ اس کے حقوق تو ایک عام مسافر سے بہر حال زیادہ ہوں گے اب ان حقوق کی ادائیگی کا ایک موقعہ جلسہ سالانہ پر آ رہا ہے۔

میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنے بچپن کے زمانہ میں جذبہ خدمت کے نہایت حسین نظارے دیکھے ہیں ایک دو نظارے میں نے دوستوں کے سامنے ایک دفعہ بیان بھی کئے تھے نظارے اتنے حسین

ہیں کہ انہیں بار بار بیان کرنا چاہئے تا ہماری جو چھوٹی پود ہے نئی نسل ہے ان کو بھی پتہ لگے کہ مہمان کی خدمت کیسے کی جاتی ہے؟ ایک دفعہ میں بہت چھوٹی عمر کا تھا مدرسہ احمدیہ کی چوتھی جماعت میں داخل ہوا تھا یا شاید پانچویں جماعت میں ہوں گا یعنی یہ قرآن کریم حفظ کرنے کے معاً بعد کی بات ہے ہمارے چھوٹے ماموں جان (حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ) افسر جلسہ سالانہ ہوا کرتے تھے آپ ہماری تربیت کی خاطر ہمیں اس عمر میں اپنے ساتھ لگا لیتے تھے آپ ہر لحاظ سے ہمارا خیال بھی رکھتے تھے اور پورا وقت ہم سے کام بھی لیتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ رات کے گیارہ گیارہ بجے تک آپ ہم سے کام لیتے تھے چاہے وہ دفتر میں بٹھائے رکھنے کا ہو یا خطوط وغیرہ فائل کرنے کا ہو ان کے علاوہ دوسرے تمام کام جو اس عمر کے مطابق ہوں ہم سے لیتے تھے ایک دن آپ نے مجھے کہا (رات کے کوئی نو دس بجے کا وقت ہوگا) کہ مدرسہ احمدیہ میں جو مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں انہیں دیکھ کر آؤ کہ کسی کو کوئی تکلیف تو نہیں آپ میں سے بہتوں کے ذہن میں مدرسہ احمدیہ کا نقشہ نہیں ہوگا مدرسہ احمدیہ میں دو صحن تھے ایک بڑا صحن تھا اس کے اردگرد رہائشی کمرے تھے چند ایک کلاس روم بھی تھے لیکن زیادہ تر رہائشی کمرے تھے ایک چھوٹا صحن تھا جس کے اردگرد چھوٹے کمرے تھے اور وہاں کلاسیں ہوا کرتی تھیں جلسہ کے دنوں میں ان کمروں میں بھی مہمان ٹھہرا کرتے تھے۔ حضرت میر صاحبؓ نے کہا کہ ان چھوٹے کمروں کا چکر لگا کر آؤ اور دیکھو کہ کسی مہمان کو تکلیف تو نہیں کسی کو کوئی ضرورت تو نہیں اس دن حضرت میر صاحبؓ نے معاونین میں چائے تقسیم کروائی تھی جلسہ کے دنوں میں ایک یا دو دفعہ رات کے دس بجے کے قریب چائے تقسیم کی جاتی تھی۔ اس چائے میں دودھ اور میٹھا سب کچھ ملا ہوا ہوتا تھا اور نیم کشمیری اور نیم پنجابی قسم کی چائے ہوتی تھی بہرحال اس دن وہ چائے تقسیم ہوئی تھی میں وہاں جا کر کمروں میں پھر رہا تھا دوستوں سے مل رہا تھا اور ان سے ان کے حالات دریافت کر رہا تھا ایک کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا میں اس میں داخل ہونے لگا تو میں نے دیکھا کہ ہمارا ایک رضا کار جو چھوٹی عمر کا تھا وہ آبخورے میں چائے لے کر باہر سے آیا۔ کمرے میں ایک مہمان کو بخار چڑھ گیا تھا اس نے یہ سمجھا کہ یہ رضا کار میرے لئے گرم چائے اور دوائی وغیرہ لے کر آیا ہے مجھ سے چند سیکنڈ ہی قبل وہ دروازہ میں داخل ہوا تھا اس مہمان نے غلط فہمی میں (کیونکہ ہمارے احمدی مہمان بھی بڑی عزت والے ہوتے ہیں اس مہمان کو اسی شام کو بخار چڑھ گیا تھا اور بڑا تیز بخار تھا اس کو غلط فہمی ہوگئی تھی) اپنے ہاتھ آگے بڑھائے اور کہا تم میرے لئے گرم چائے لائے ہو تم بڑے اچھے اور

’’بیبےّ‘‘ بچے ہو (اسی قسم کا کوئی فقرہ اس نے کہا) اب یہ اس بچہ کے لئے انتہائی امتحان اور آزمائش کا وقت تھا اگر اس بچے کے چہرہ پر ایسے آثار پیدا ہو جاتے جن سے معلوم ہوتا کہ یہ اس کے لئے چائے نہیں لایا بلکہ اپنے لئے لایا ہے تو اس مہمان نے کبھی چائے نہیں لینی تھی میں باہر کھڑا ہو گیا اور خیال کیا کہ اگر میں اندر گیا تو نظارہ بدل جائے گا میں نے چاہا کہ دیکھو یہ کیا کرتا ہے اس رضا کار نے نہایت بشاشت کے ساتھ اور اصل حقیقت کا ذرہ بھر اظہار کئے بغیر اس کو کہا ہاں تم بیمار ہو میں تمہارے لئے چائے لے کر آیا ہوں اور اگر کوئی دوائی لینا چاہتے ہو تو لے آؤں اب یہ خدمت ایسی تو نہیں کہ ہم کہیں کہ ہمالیہ کی چوٹی سر کی لیکن کتنا پیار اور حسن تھا اس بچے کے اس فعل میں اس نے اپنے نفس پر اتنا ضبط رکھا اس لئے کہ اس کی یہ خواہش اور جذبہ تھا کہ میں نے مہمان کی خدمت کرنی ہے اگر یہ جذبہ نہ ہوتا تو اس کی ہلکی سی ہچکچاہٹ بھی اس مہمان کو شرمندہ کر دیتی اور اس نے کبھی چائے نہیں پینی تھی لیکن اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ اور کسی اظہار کے کہا ہاں! میں آپ کے لئے ہی لے کر آیا ہوں۔

یہ نظارہ اس قسم کا حسین تھا کہ اس وقت بھی جبکہ میں آپ کو یہ بات سنا رہا ہوں وہ کمرہ، اس کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا، اس لڑکے کی شکل وہ مہمان، وہ رخ جس طرح بیٹھے ہوئے تھے میرے سامنے ہیں اس نظارہ کو میرے ذہن نے محفوظ رکھا ہے اور میں جب بھی اس واقعہ کے متعلق سوچتا ہوں بڑا حظ اُٹھاتا ہوں۔

پس یہ جذبہ ہے خدمت کا جس کا مطالبہ خدا اور اس کا رسول اور اس رسول کے عظیم روحانی فرزند آپ سے کر رہے ہیں۔ جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کی خدمت کے لئے یہ جذبہ ہم میں ہونا چاہئے خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر تم باہر جاتے ہو اگر تم مسافر ہوتے ہو تو میں تمہارے حقوق کی حفاظت کرتا ہوں کیا تم میرے ان مہمانوں کی خدمت نہیں کرو گے جو جلسہ کے موقع پر یہاں آ رہے ہیں؟ اگر ہم جلسہ سالانہ کے موقع پر آنے والے مہمانوں کی خدمت نہیں کرتے تو یہ بڑی ناشکری کی بات ہوگی یہ انسانیت سے گری ہوئی بات ہوگی یہ شرافت سے گری ہوئی بات ہوگی یہ احمدیت کے مقام سے گری ہوئی بات ہوگی یہ اسلام کے مقام سے گری ہوئی بات ہوگی۔ خدا تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرنا اور پھر ایسی بات کرنا بڑی ذلیل بات ہے جو زبان خدا تعالیٰ کا نام لیتی ہے اس کو جو وقار اور عزت حاصل ہونی چاہئے یہ اس سے گری ہوئی بات ہے۔

ہم نے بچپن کی عمر میں بھی یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ ہماری چند گھنٹے کی ڈیوٹیاں لگیں گی یعنی یہ کہا جائے گا کہ تم پانچ گھنٹے کام کرو اور باقی وقت تم آزاد ہو۔ ہم صبح سویرے جاتے تھے اور رات کو دس گیارہ بجے گھر میں واپس آتے تھے۔ وہ فضا ہی ایسی تھی اور ساروں میں ہی خدمت کا یہ جذبہ تھا کوئی بھی اس جذبہ سے خالی نہیں تھا۔ مجھے یاد ہے کہ بعض دفعہ ماموں جان (حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ) کہتے تھے کہ اب تم تھک گئے ہو گے کھانے کا وقت بھی ہو گیا ہے اب تم جاؤ لیکن ہمارا گھر جانے کو دل نہیں چاہتا تھا بس یہ ہوتا تھا کہ دفتر میں بیٹھے ہیں اور اپنی عمر کے لحاظ سے جو کام ملتا ہے وہ کر رہے ہیں۔

خدمت کا یہ جذبہ اس قدر تھا کہ آپ میں سے اکثر (بہتوں کو نہیں) یاد ہو گا کہ ایک دفعہ جلسہ گاہ چھوٹی اور تنگ ہو گئی تھی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ شدید ناراض ہوئے تھے لوگ جلسہ گاہ میں سما نہیں سکے تھے قادیان میں جلسہ گاہ کے چاروں طرف گیلریاں بنی ہوتی تھیں ان پر لوگ بیٹھتے تھے اینٹوں کی سیڑھیاں سی بنا کر ان پر لکڑی کی شہتیریاں رکھی جاتی تھیں بہر حال اس سال جلسہ گاہ چھوٹی ہو گئی تھی اور حضرت مصلح موعودؓ بہت ناراض ہوئے تمام کارکن بڑے شرمندہ پریشان اور تکلیف میں تھے اس وقت مجھے خیال آیا کہ اگر ہم ہمت کریں تو اس جلسہ گاہ کو راتوں رات بڑھا سکتے ہیں لیکن میری عمر بہت چھوٹی تھی اس لئے میں نے خیال کیا کہ میری اس رائے میں کوئی وزن نہیں ہو گا ہمارے ماموں سید محمود اللہ شاہ صاحبؓ بھی دفتر میں کام کرتے تھے میں نے انہیں کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم ہمت کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم رات رات میں جلسہ گاہ کو بڑھا دیں گے آپ ماموں جان (حضرت میر محمد اسحاقؓ افسر جلسہ سالانہ) کے سامنے یہ تجویز پیش کریں۔ وہ کہنے لگے یہ خیال تمہیں آیا ہے اس لئے تم ہی یہ بات پیش کرو مجھے یاد ہے کہ میری طبیعت میں یہ احساس تھا کہ چھوٹی عمر کی وجہ سے میری رائے کا وزن نہیں ہو گا لیکن یہ کام کرنا ضرور چاہئے ماموں جان سید محمود اللہ شاہ صاحبؓ کو خیال تھا کہ چونکہ یہ خیال مجھے نہیں آیا اس کو آیا ہے اس لئے اس کا کریڈٹ میں کیوں لوں لیکن میں نے کہا میں نے یہ بات پیش نہیں کرنی آپ ہی کریں اور ضرور کریں میں نے کچھ لاڈ اور پیار سے ان کو منا لیا چنانچہ انہوں نے یہ تجویز پیش کی حضرت ماموں جان (حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ) نے دوستوں کو مشورہ کے لئے جمع کیا اور بالآخر یہ رائے پاس ہو گئی اور سارا دن کام کرنے کے بعد سینکڑوں رضا کاروں نے ساری رات کام کیا ریتی چھلہ سے شہتیریاں اٹھا کر جلسہ گاہ میں لے گئے جو ہمارے کالج کی عمارت (جس میں پہلے ہائی سکول ہوتا تھا) کے

پاس تھی ایک طرف کی ساری سیڑھیاں جو اینٹوں کی بنی ہوئی تھیں توڑی گئیں اور دوسری سیڑھیاں بنائی گئیں رضا کار مزدوروں کا کام کرتے رہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس وقت جلسہ گاہ بڑی بنائی جا چکی تھی بس آخری شہتیری رکھی جا رہی تھی تو ہمارے کانوں میں صبح کی اذان کے پہلے اللہ اکبر کی آواز آئی (وہ آواز اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے) صبح کی اذان کے وقت وہ کام ختم ہوا اور جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ جلسہ گاہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے سارے لوگ اس جلسہ گاہ میں سما گئے اور جتنی ضرورت تھی اس کے مطابق جلسہ گاہ بڑھ گئی۔

میں اس وقت یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو تربیت ہمیں دی گئی تھی وہی تربیت سب احمدی نوجوانوں کو ملنی چاہیئے یہ خیال ان میں پیدا نہ ہو کہ جلسہ سالانہ کے دنوں میں ہم نے پانچ یا سات گھنٹے ڈیوٹی دینی ہے اور اس کے بعد ہم آزاد ہوں گے ان کی اس رنگ میں تربیت ہونی چاہیئے یہ جذبہ ہونا چاہیئے کہ صبح سے لے کر رات دس بجے تک کام کریں گے اور جب ڈیوٹی ختم ہو اور پھر کوئی اور کام پڑ جائے تو ہم ساری رات کام کریں گے اور پھر اگلے دن بھی کام کریں گے آرام نہیں کریں گے۔ دیکھو جلسہ سالانہ کے دنوں میں چند پیسے لے کر جو نانبائی ہمارے تنوروں پر روٹی لگانے کے لئے آتے ہیں ان کی تعداد کم ہوتی ہے اور تنور زیادہ ہوتے ہیں اور زیادہ نانبائیوں کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ ہر جلسہ پر درجنوں ایسے نانبائی آتے ہیں جو دونوں وقت روٹی لگاتے ہیں اور چونکہ اور نانبائی نہیں ہوتے اس لئے ہم (ہم سے مراد جماعت کا نظام یعنی افسر جلسہ سالانہ اور ان کا ماتحت عملہ ہے) بعض دفعہ ان کو جاگنے کی دوائیں دیتے ہیں اور عام طور پر ایک اچھا نانبائی آپ کے لئے روٹی پکانے کے لئے ایک ہزار دفعہ آگ میں سر دیتا ہے اور ان میں سے بعض چار پانچ روپیہ کی خاطر جو انہیں مزید مل سکتے ہیں ایک ہزار دفعہ کی بجائے دو ہزار دفعہ اس آگ میں سر دیتا ہے تب وہ آپ کے لئے روٹی پکاتا ہے۔ پھر کیا تم اپنے خدا کی جنت میں دو ہزار دفعہ سر دینے کے لئے تیار نہیں اگر تم اس کے لئے تیار نہیں تو بڑی بدقسمتی ہے میں اس وقت خصوصاً نوجوانوں اور ایسے چھوٹی عمر کے بچوں کو جن کی عمر بالکل چھوٹے بچوں اور نوجوانوں کے درمیان ہے یعنی اطفال الاحمدیہ۔ مخاطب ہو رہا ہوں اور افسروں کو بھی جو کام لینے والے ہیں اور منتظمین ہیں کہتا ہوں کہ تمہارا یہ فرض ہے کہ انہیں صحیح تربیت دو کیونکہ اس قسم کی تربیت کے بغیر وہ ان ذمہ داریوں کو نباہ نہیں سکیں گے جو ایک وقت میں ان کے کندھوں پر پڑنے والی ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان سے سلوک ہی یہ رکھا ہے کہ اسے ایک چھوٹی سی عمر دی

ہے۔ انسان عام طور پر پچاس سال ساٹھ سال یا ستر سال زندہ رہتا ہے اور جنہیں زیادہ عمر دی جاتی ہے وہ سو سال تک پہنچ جاتے ہیں اس کے بعد دوسری نسل آتی ہے اس نے پہلوں کی جگہ لینی ہوتی ہے یہ نسل پہلوں سے زیادہ مضبوط ہونی چاہئے کیونکہ ترقی کرنے والی قوموں کی ذمہ داریاں دن بدن بڑھتی رہتی ہیں پھر دوسری نسل کے کندھوں پر جس قدر بوجھ پڑے گا تیسری نسل کے کندھوں پر اس سے زیادہ بوجھ پڑے گا کیونکہ اس وقت کام زیادہ ہوگئے ہوں گے مثلاً احمدیت کی مثال ہی لے لو اب اگر چالیس پچاس ملکوں میں احمدیت پھیلی ہوئی ہے اور ان کے کام ہمیں کرنے پڑتے ہیں لیکن جب اگلی نسل آئے گی تو اس وقت ساٹھ ستر ملکوں میں احمدیت پھیل چکی ہوگی پہلے اگر تیس چالیس لاکھ آدمی تھے تو دوسری نسل کے وقت ستر اسی لاکھ یا ایک کروڑ آدمی ہوں گے اس سے اگلی نسل کے وقت دس کروڑ سے زائد احمدی ہوں گے اور ان کا کام زیادہ تر مرکز میں رہنے والوں کو ہی کرنا ہوگا ان پر ہی زیادہ بوجھ پڑے گا اگر ان بچوں کو جن کے کندھوں پر انتظامی لحاظ سے پہلی نسل سے زیادہ بوجھ ہوگا ہم تربیت نہیں کریں گے تو وہ یہ بوجھ کیسے اُٹھائیں گے؟

سات آٹھ دن لگا تار کام کرنا ایسی بات نہیں جو ہو نہ سکے بڑی عمر کے لوگ (گو دوسرے بوجھ تربیت کے نتیجہ میں اٹھا سکتے ہیں) یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ عمر کے لحاظ سے ان بوجھوں کی قسم بدل جاتی ہے مثلاً ایک نوجوان ہے وہ وزن زیادہ اٹھالے گا لیکن جو ستر سال کا بوڑھا ہے اور اس کی کمر خم ہے وہ وزن زیادہ نہیں اُٹھا سکے گا ہاں اگر کوئی اور کام اس کے مناسب حال ہو تو وہ کر لے گا مثلاً شاید وہ وقت زیادہ خرچ کردے اپنی نیند کا وقت کم کردے۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرا ۱۹۴۷ء کی بات ہے اس وقت جسم میں زیادہ طاقت تھی میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ میں اس سال ایک دو ماہ متواتر نہیں سویا سارے علاقہ میں آگ لگی ہوئی تھی احمدی اور دوسرے تمام مسلمان مصیبت میں مبتلا تھے ہمیں تو کبھی بھی یہ بات یاد نہیں آئی لیکن اس وقت کسی کو بھی یہ یاد نہیں تھا کہ وہ کون سے فرقہ کی طرف منسوب ہوتا ہے سارے مسلمان تھے اور اسلام کا دشمن ان کو تنگ کر رہا تھا ان دنوں ایک دو ماہ متواتر میں اس معنی میں نہ سویا کہ میں چوبیس گھنٹے دفتر ہی میں رہتا تھا اگر ایک بجے رات کو لیٹتا تھا تو ڈیڑھ بجے میرے ساتھی مجھے جگا دیتے تھے اور کہتے تھے فلاں کام پڑ گیا ہے فلاں جگہ سے یہ خبر آئی ہے اس طرح پندرہ پندرہ منٹ یا آدھا آدھا گھنٹہ کر کے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی نیند لیتا تھا ایک مہینہ لگا تار میں نے اس مشقت کو برداشت کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تربیت ہی ایسی ہوئی تھی اور

پھر خالی میری ہی مثال نہیں تھی بلکہ سب کا یہی حال تھا بلکہ ممکن ہے کہ بعض ایسے ساتھی بھی ہوں جو مجھ سے بھی کم نیند لیتے ہوں کیونکہ وہ میرا بڑا خیال رکھتے تھے اور میں کئی دفعہ اس کے متعلق سوچ کر شرمندہ بھی ہوتا تھا اب اگر یہ کہا جائے کہ پانچ گھنٹہ کی ہماری ڈیوٹی لگا دو اس کے بعد ہم آزاد ہوں گے یہ ذہنیت قابل برداشت نہیں ہمارے رضا کار چوبیس گھنٹہ ڈیوٹی پر ہیں ہاں جو جائز ضرورتیں ہیں وہ پوری ہونی چاہئیں مثلاً انسان نے غسل خانہ میں بھی جانا ہے اس نے روٹی بھی کھانی ہے اگر ایک نوجوان خدمت کے جذبہ اور شوق کے ساتھ گھر سے آیا ہے اور گھر میں اسے ایک گھنٹہ کا کام ہے تو اس کو ایک گھنٹہ کی اجازت ملنی چاہئے گھر جا کر بھی تو اس نے مہمانوں کا کام ہی کرنا ہے لیکن ڈیوٹیاں وغیرہ جو لگائی جاتی ہیں یہ سرے سے ختم ہونی چاہئیں پتہ نہیں یہ برائی ہمارے اندر کب سے پیدا ہوگئی ہے؟ ہمارے آقا کے ان مہمانوں کے حقوق اگر ادا کرنے ہوں تو ہمارے رضا کاروں کو چاہئے کہ وہ بروقت حاضر ہوں اور سارا وقت حاضر رہیں۔

تربیت کے سلسلہ میں مجھے ایک اور واقعہ یاد آ گیا وہ بھی میں بیان کر دیتا ہوں ہمارے ماموں جان (حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ) جو بڑا لمبا عرصہ افسر جلسہ سالانہ رہے بڑی دھیمی طبیعت کے اور بڑے نرم دل تھے میں مدرسہ احمدیہ میں پڑھتا رہا ہوں میں نے ان کو شاذ ہی غصہ میں دیکھا لیکن ایک جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک مہمان ان کے پاس آیا اور اس نے شکایت کی کہ میں آج ہی یہاں پہنچا ہوں جب میں اپنے رہائش کے کمرہ میں پہنچا تو وہاں تالا لگا ہوا تھا اور کوئی رضا کار موجود نہیں تھا یہ غالباً جلسہ کے ابتدائی دنوں کی بات ہے یعنی ۲۳ یا ۲۴؍دسمبر کی بات ہے جب مہمان آنے شروع ہوتے ہیں حضرت ماموں صاحب کو شدید غصہ آیا اور انہوں نے اس رضا کار کو بلایا جو اس کمرہ پر مقرر تھا مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے اور میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ جب وہ آیا تو حضرت میر صاحبؓ نے اس سے کوئی بات نہیں پوچھی بلکہ آگے بڑھ کر اسے ایک چپت لگائی وہ لڑکا خاصی بڑی عمر کا تھا یعنی اپنی کلاس میں جو لڑکے بڑی عمر کے ہوتے ہیں وہ ان میں سے ایک تھا دیکھنے میں جوان لگتا تھا۔ حضرت میر صاحبؓ نے چپت لگانے کے بعد اس سے پوچھا کہ تم ڈیوٹی سے غیر حاضر کیوں ہوئے تم نے غیر حاضری کی وجہ سے مہمان کو اس وقت تکلیف پہنچائی ہے جب تمہیں اسے خوش آمدید کہنا چاہئے تھا مہمان آیا ہے اور پریشان ہوا ہے۔

یہ صحیح بات ہے کہ پہلے دن اتنا کام نہیں ہوتا لیکن سب سے مشکل اور ضروری کام یہی ہے کہ آدمی کو

کام نہ ہو اور پھر بھی وہ حاضر رہے یہ کام بہت ضروری ہے لیکن مشکل بھی ہے یہ مشکلات آپ نے ہی حل کرنی ہیں آپ کے سوا انہیں کون حل کرے گا کام ہو یا نہ ہو آپ کو ڈیوٹی پر حاضر رہنا چاہئے آپ کو وقت پر حاضر ہونا چاہئے اور پھر حاضر رہنا چاہئے۔

پھر مہمان باہر سے آتا ہے رستہ میں اسے تکلیف پہنچتی ہے اس کے بچوں کو تکلیف پہنچتی ہے آخر سفر سفر ہی تو ہے سفر کی وجہ سے مہمان کی طبیعت میں بسا اوقات چڑ پیدا ہو جاتی ہے (یہ ایک طبعی چیز ہے) اور وہ بعض دفعہ غصہ کا اظہار بھی کرتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس نے غلط طور پر غصہ کا اظہار کیا ہے لیکن آپ کا یہ کام نہیں کہ اس کے غصہ کے مقابلہ میں آپ غصہ کا اظہار کریں بلکہ آپ کا یہ کام ہے کہ مہمان سے اخلاق اور تواضع سے پیش آئیں اور اس کی عزت کریں اور تکریم کریں اس کی سختی کو برداشت کریں یعنی اگر کوئی مہمان اپنے سفر کی کوفت کی وجہ سے آپ پر سختی کرے تو اس سختی کو برداشت کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اس کا حق ہے اور یہ حق اس کو ملنا چاہئے تمہارا کیا جاتا ہے۔

پھر یہ بھی ہے کہ بروقت کھانا لائیں اور انہیں کھلانے کا انتظام کریں بعض دفعہ رضا کار اپنی بے پرواہی کے نتیجہ میں جلسہ گاہ سے واپس آتے ہوئے باتیں شروع کر دیتے ہیں اور ڈیوٹی کی جگہ پر دیر سے پہنچتے ہیں اور مہمانوں کو کھانے کے لئے انتظار کرنا پڑتا ہے پھر بعض دفعہ رضا کار کھانا کمرہ میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں یہ درست طریق نہیں اس سے مہمان کو تکلیف ہوتی ہے مہمان کو کھانا پوری عزت اور اکرام کے ساتھ ملنا چاہئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان کا حق ہے۔

پھر مہمان کی ہر جائز ضرورت پوری ہونی چاہئے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض دفعہ شرم کی وجہ سے اور بعض دفعہ تربیت کی کمی کی وجہ سے مہمانوں کی جائز ضرورتوں کو رضا کار ذمہ دار منتظمین تک نہیں پہنچاتے بعض دفعہ رضا کار سمجھتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ ہم گئے تو اس دوائی یا دودھ یا کسی اور ضرورت کا انتظام بھی ہوگا یا نہیں اللہ تعالیٰ مہمان کی ہر جائز ضرورت کا انتظام کرے گا انشاء اللہ آپ وہ ضرورت ان منتظمین تک پہنچا دیں جن کا اس سے تعلق ہے اگر وہ اسے جائز سمجھیں گے تو وہ اسے پوری کر دیں گے لیکن یہ فیصلہ کرنا کہ مہمان کی ضرورت جائز ہے یا نہیں آپ کا کام نہیں آپ کا کام صرف یہ ہے کہ اس ضرورت کو ذمہ دار منتظمین تک پہنچا دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی کو اتنی اہمیت دی ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حج کے موقع پر حضرت عباسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ وہ حج کے ایک ضروری

رکن کو چھوڑ دیں اور ان کا حج بھی پورا ہو جائے کیونکہ اجازت کا یہی مطلب ہو سکتا ہے اور وجہ یہ بتائی کہ میں نے مکہ میں جا کر حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام کرنا ہے کیونکہ یہ کام میرے سپرد ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے اب دیکھو نبی اکرم ﷺ نے مہمان نوازی کی خاطر حج کے ایک اہم رکن کو چھوڑنے کی اجازت دے دی یہ اجازت رسول کریم ﷺ نے خود اپنی طرف سے نہیں دی تھی آپ کا یہ حق نہیں تھا کہ آپ خدا کی مرضی کے بغیر کسی کو ایسی اجازت دیں اس لئے جب ہم کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی اجازت دی تو اس سے ہمارا یہ مطلب ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ آپ حضرت عباسؓ کو یہ رکن چھوڑنے کی اجازت دے دیں کہ مہمانوں کو پانی پلانے کا انتظام کرنے کے لئے مکہ چلے جائیں تو نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ہمیں نظر آتا ہے کہ آپ بڑے پیار سے اپنے مہمانوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور پھر خدمت خود کرتے تھے یہ کام کسی اور کے سپرد نہیں کرتے تھے بلکہ بعض دفعہ جب آپ دیکھتے کہ مدینہ میں کوئی گھر ایسا نہیں جو ان سارے مہمانوں کو سنبھال لے تو آپ خود انہیں ساتھ لے جاتے اور فرماتے ان کو میں سنبھال لیتا ہوں وہ غربت کا زمانہ تھا جگہیں بھی تنگ تھیں مثلاً ایک دفعہ دس کے قریب مہمان تھے آپ نے فرمایا تم میرے ساتھ چلو آپ کی سادہ زندگی تھی ہماری بھی سادہ زندگی ہونی چاہئے اسی لئے خدا تعالیٰ نے کہا ہے اسراف نہ کرنا جو تمہیں میسر آئے وہ پیش کر دو جس حد تک تم خدمت کر سکو کرو تمہیں ثواب مل جائے گا اور اس کو بھی آرام مل جائے گا مثلاً پیار سے بات کرنا بشاشت سے بات کرنا خوش اخلاقی سے بات کرنا اس پر تو کوئی پیسہ خرچ نہیں ہوتا پھر جس طرح بعض صحابہؓ کے متعلق آتا ہے کہ وہ خود بھوکے رہے اور مہمانوں کو کھانا کھلایا نبی اکرم ﷺ کے متعلق بھی آتا ہے کہ بعض اوقات سارا گھر بھوکا رہتا تھا اور مہمانوں کو کھانا کھلا دیتے تھے پھر خدمت اپنے ہاتھ سے کرتے تھے یہ نہیں کہ کسی اور کے سپرد کر دیں وہ فدائی صحابہؓ جو آپ پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے کیا وہ گھنٹہ یا دو گھنٹہ کے لئے آکر آپ کے مہمانوں کی خدمت نہیں کر سکتے تھے؟ وہ ضرور ایسا کر سکتے تھے بلکہ وہ تو سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر ہماری کیا عزت افزائی ہو گی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم آکر میرے مہمانوں کی خدمت کرو لیکن آپ کا طریق یہ تھا کہ آپ مہمانوں کی خدمت خود کرتے اور اس کو کسی اور کے سپرد نہ کرتے یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں بھی ہمیں نظر آتا ہے آپ سادہ اور بے تکلف طریق پر مہمانوں کی خدمت

کرتے تھے یہاں بھی سادہ اور بے تکلف طریق پر مہمان کی خدمت ہونی چاہیئے اور اس خیال سے اور اس نیت سے ہونی چاہیئے کہ وہ ہمارے مہمان ہیں، ہمارے آقا کے مہمان ہیں اور انکے حقوق ان حقوق سے بہر حال زائد ہیں جو ایک عام مہمان کے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن کریم میں بیان کیا ہے یا نبی اکرم ﷺ نے ان کے متعلق ہدایت دی ہے غرض اس جذبہ خدمت کے ماتحت ایک احمدی کو رضا کار کی حیثیت سے ان مہمانوں کی خدمت کرنی چاہیئے کہ ایک طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور اس مہمان نوازی کا بھی شکریہ ادا ہو جائے کہ اس نے فرمایا ہے کہ دیکھو میں نے تمہارے حق کو قائم کر دیا ہے بلکہ حق سے زائد احسان کی تمہارے بھائیوں کو تعلیم دی ہے میں نے ان سے تمہارے ساتھ حسن سلوک کرنے کے لئے کہا ہے میں نے لوگوں کے اموال میں تمہارا حق رکھ دیا ہے تا کہ تمہیں یہ احساس نہ ہو کہ کوئی ہم پر احسان کر رہا ہے میں نے ان سے تو کہا کہ وہ تم پر احسان کریں یعنی جو تمہارا حق ہے اس سے بھی زائد دیں اور تمہارے لئے اس خدمت کو حق کہہ دیا تا کہ تمہاری عزت نفس محفوظ رہے کہ جب کوئی مہمان کسی کے پاس جاتا ہے اور وہ اس کی خدمت کرتا ہے تو یہ خدمت اس مہمان کا حق ہے جو وہ وصول کر رہا ہے وہ اس سے خیرات نہیں مانگ رہا یعنی مال خرچ کرنے والے کے مال کا جو حصہ مہمان پر خرچ ہو رہا ہے وہ خرچ کرنے والے کا حق نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کہتا ہے وہ مہمان کا حق ہے اور مہمان کا حق اس کو دے دو اور اتنے سامان کرنے کے بعد بھی فرمایا کہ دیکھو پھر بھی تمہیں اپنے گھر جیسا آرام نہیں ملے گا اس لئے تم سفر میں رمضان کے روزے نہ رکھنا بڑا ہی پیار کا سلوک ہے جو خدا تعالیٰ نے ہم سے کیا ہے پیار کے اس سلوک پر شکر واجب ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میرے جو مہمان مرکز میں آئیں اور تمہیں ان کی خدمت کی توفیق ملے تم ان کی خدمت کا اس طرح خیال رکھنا جس طرح میں نے تمہارا خیال رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا۔

میں ایک اعلان کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جس طرح رمضان کے آخری جمعہ (جس کو جمعۃ الوداع کہا جاتا ہے) کے ساتھ بہت سی بدعات لگ گئی ہیں اسی طرح یہ ہوسکتا ہے کہ درس القرآن کی جو آخری دعا ہے وہ بھی ایک بدعت نہ بن جائے لہٰذا اس سال اس رنگ کی دعا نہیں ہوگی بلکہ جب درس ختم ہوگا تو اس وقت دو منٹ کی دعا کر دیں دعا کے بغیر تو ہماری زندگی ہی نہیں اس لئے میرا یہ مطلب نہیں کہ ہم

دعا کے بغیر بھی ایک سانس لے سکتے ہیں ہماری تو زندگی ہی دعا پر منحصر ہے لیکن دعا پر زندگی کا یہ انحصار تقاضا کرتا ہے کہ ہم ان چیزوں کو بدعت کا رنگ نہ دے دیں اور اس سے بچتے رہیں اس سال یہ بات نہیں ہوگی لیکن ایک اور رنگ میں میں دعا کی تحریک کرنا چاہتا ہوں اسلام نے اجتماعی دعا کا بھی حکم دیا ہے اور انفرادی دعا کا بھی حکم دیا ہے اس لئے آج عصر اور مغرب کے درمیان یعنی روزہ کھولنے تک دوست جس حد تک ممکن ہو سکے انفرادی دعاؤں میں لگے رہیں اور یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کے لئے اپنی رحمت کے سامان پیدا کرے اور زندگی اور بقا کے چشمہ سے جو دوری ہے اور نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ سے جو تعلق وہ اللہ تعالیٰ سے پیدا کر سکتے ہیں وہ پیدا نہیں کر رہے اللہ تعالیٰ اس دوری کو قرب میں تبدیل کرنے کے سامان پیدا کر دے اور انسان اپنے خالق اور اپنے ربّ کو پہچاننے لگے اور وہ روحانی اور جسمانی خزائن جو اسلام کے ذریعہ انسانیت کو ملے ہیں ان روحانی اور جسمانی خزائن سے انسان فائدہ اٹھانے لگے اور ان کی قدر کو پہچاننے لگے اور جماعت کو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے اور اپنی پناہ میں ان کو رکھے اور خود ان کی سپر ہو جائے اور دشمن کا ہر وار اپنی قدرت پر سہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی جسم تو نہیں اس نے تو ”کن“ ہی کہنا ہے پس وہ اپنی قدرت کی ڈھال پر مخالف کا ہر وار سہے اور ہر وار ناکام کرے اور جو وعدے اس نے ہم سے کئے ہیں کہ اگر ہم کوشش کریں تو اس کی محبت کو زیادہ سے زیادہ پاتے چلے جائیں گے۔ اس کوشش کی وہ توفیق دے اور اپنے فضل سے اس کو قبول کرے اور اپنی محبت اور رضا ہمیں دے اور ہمیں اس مقام پر لا کر کھڑا کرے کہ جو خدا کی محبت اور اس کے پیار کا مقام ہے جب ساری لذتیں اور سارے سرور اور سارے مزے اور سارے عیش اور سارے آرام اور ساری سہولتیں خدا ہی میں انسان کو نظر آتی ہیں اور اس کو چھوڑ کر ہر چیز اس کے لئے دکھ کا موجب اور تکلیف کا باعث بن جاتی ہے پس ہر احمدی جس تک میری یہ آواز پہنچے ہر مرد اور عورت ہر بڑا اور بچہ آج عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت جس حد تک ممکن ہو سکے تنہائی میں گذار دے اور دعاؤں میں مشغول رہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح دعا کی توفیق دے اور پھر اسے قبول کرے اور خدا کرے کہ برکات کے وہ چشمے جو رمضان میں ہم پر کھلے ہیں ان کا دہانہ بڑھتا ہی چلا جائے اور زیادہ سے زیادہ اس کی رحمتیں ہمیں ملتی رہیں۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۴؍فروری ۱۹۶۸ء صفحہ ۲ تا ۷)

☆......☆......☆